نابغۂ روزگار اک ہمہ جہت شخصیت!

تحریر
سعید ساجد
خوشنویس۔ ہفت روزہ "الاسلام" لاہور

۲۳ مارچ کو قلعہ لچھمن سنگھ فوارہ چوک لاہور میں جو سانحہ رونما ہوا اور قیامت صغریٰ بپا ہوئی اس سے پورا عالم اسلام رنجیدہ ہے۔ اور پوری ملت اس بات سے بخوبی آگاہ ہے کہ اس حادثہ میں علم و خطابت، صحافت، ذہانت، فراست، شرافت، دیانت اور لیاقت کا آفتاب غروب ہوگیا۔ یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسی حادثہ میں مسلک اہلحدیث کے شیدائی اور قرآن و سنت کے فدائی مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی ؒ بھی جام شہادت نوش کر گئے اور یوتھ فورس پاکستان کے بے باک اور نڈر لیڈر جناب محمد خان نجیب ؒ بھی ہمیشہ کی نیند سو گئے اور محقق عالم دین مولانا عبدالخالق قدوسی ؒ اور ان کے دیگر رفقاء ہم سے جدا ہو گئے یہ قیامت خیز بم کا دھماکہ انگریزوں اور سکھوں کے دور میں نہیں بلکہ یہ اسلام کی دعویدار حکومت کے دورِ اقتدار میں رونما ہوا۔ یہ ایک المناک اور شرمناک عمل ہے جو موجودہ حکومت کے دامن پر بدنما داغ ہے۔

موت ہر ذی روح کا مقدر ہے۔ بعض موتیں ایسی ہوتی ہیں جو اپنے دامن میں ایک دل خراش داستانِ غم لیکر آتی ہیں جس کے درد کی ٹیسیں کسی پل آرام نہیں کرنے دیتی لیکن گوناگوں خوبیوں کی مالک جمعیت اہلحدیث پاکستان بلکہ پورے عالم اسلام کی پسندیدہ شخصیت، شہید ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر ؒ اور انکے رفقاء کرام کی موتیں بھلائی نہیں جا سکیں گی۔ اور ان شہداء اسلام کی کمی ہمیشہ محسوس ہوتی رہے گی۔ علامہ صاحب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں وہ ایک ممتاز عالم دین، شعلہ نوا خطیب، مشہور سکالر، محقق اور بہت بڑے مصنف تھے ہر عام و خاص انکی خطابت، صحافت، اور ذہانت کا معترف ہے۔ اپنے اور بیگانے انکی تعلیمی قابلیت سے انکار نہیں کر سکتے۔ انہوں نے جمعیت اہلحدیث کو صدیوں کا سفر چند سالوں میں طے کروایا۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی دین اسلام اور اپنے عقائد و نظریات کی خدمت اور تبلیغ و اشاعت کیلئے وقف کر رکھی تھی۔ وہ ایک نابغۂ عصر شخصیت تھے۔ وہ حالات کی نا مساعدگی کے باوجود کلمۂ حق کو ببانگ دہل کہتے رہے اور آمریت کا جنازہ ملک سے نکالتے رہے اور ہر آمر کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے۔

علامہ صاحبؒ نے ملک وقوم کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کیا وہ حالیہ سالوں میں اسلام کے ساتھ ساتھ جمہوریت کا پرچم بڑی جرأت وبہادری، شجاعت اور جوانمردی سے تھامے ہوئے تھے۔ علامہ صاحب کی پکار انکی للکار یہ تھی کہ جس تصور اسلام میں اسلام کے عطا کردہ جمہوری وسیاسی حقوق کا احترام نہیں انہیں وہ تصورِ اسلام قابل قبول نہیں۔

جمہوری آزادیوں کے ساتھ انکی وابستگی بہت زیادہ بڑھ گئی تھی اور مزید بڑھتی جا رہی تھی۔ انہوں نے اپنی تمام تقاریر اسی کے تذکرہ ومطالبہ کیلئے وقف کر رکھی تھیں وہ اپنے موقف کو برسرِ منبر برسرِ میدان اور پاکستان کے طول وعرض میں منعقد ہونے والے سیاسی جلسوں اور جلوسوں میں علی الاعلان پیش کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے علامہ صاحب کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا، وہ علمی اور سیاسی دونوں میدانوں کے مردِ جری تھے۔ اسلام کی خدمت اپنے لئے فرض عین سمجھتے اور اسلام کی تبلیغ واشاعت ان کی روح کی غذا تھی۔ اسلامی اقدار کا احیاء ان کی زندگی کا مشن تھا۔ جس کیلئے انہوں نے اپنی تمام تر کوششوں اور کاوشوں کو بروئے کار لایا حق گوئی وبے باکی میں ان کا کوئی شریک نہیں تھا۔ منہ پر ہمیشہ سچ بات کہنے میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

جابر حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنا ان کا وطیرہ تھا۔ ؎

اپنے بھی خفا مجھ سے اور بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

علامہ صاحب اس دور کے جابر حکمرانوں کے سامنے بھی ایک سیسہ پلائی دیوار بنے رہے اور انکے خلاف ہر طریقے سے جہاد کرتے رہے۔ اسلام کے خلاف مذموم ارادے رکھنے والوں کے ارادوں کو مسمار کرتے رہے۔ کسی بھی مسئلہ پر بحث کرتے تو اپنے مدمقابل کا دلائل کے ساتھ ناک میں دم کر دیتے۔

الادیان والفرق کو پوری طرح عیاں کرنے کا سہرا انہی کے سر ہے۔

حکمرانو! میں سوال کرتا ہوں کہ علامہ صاحبؒ کا جرم کیا تھا؟ اس کا جواب دو۔ کس جرم کی پاداش میں انہیں شہید کیا گیا کیا حق گوئی کی یہی سزا ہے؟ مگر یاد رکھو۔ ؎

خونِ دل دے کے نکھاریں گے رُخِ برگِ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

باتیں اُنکی یاد رہیں !

تحریر : جناب عطاء الرحمٰن ثاقب

..... اور جناب خلیل حامدی صاحب لاجواب ہو گئے

قائد مرحوم مسلکی و جماعتی حمیت کے سلسلے میں نہایت ہی حساس طبع واقع ہوئے تھے۔ آغاز شباب کا واقعہ ہے۔ رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے منعقدہ کسی تقریب میں بہت سے شیوخ جمع تھے۔ گفتگو شروع ہوئی جناب خلیل حامدی صاحب بھی موجود تھے۔ انہیں آپ کی حساس طبعی کا اندازہ نہ تھا۔ حامدی صاحب نے جوش میں آکر کہہ دیا کہ جماعت اسلامی ہی پاکستان میں امام محمد بن عبدالوہابؒ کی دعوت کا علم بلند کئے ہوئے ہے۔ قائد مرحوم سے ضبط نہ ہوسکا گرجدار آواز میں تمام شیوخ کو مخاطب کیا اور فرمانے لگے، مجھے حامدی صاحب کی بات سے اختلاف ہے۔ جماعت اسلامی اتنے بڑے مرکز کی مالک ہے۔ وسائل کی فراوانی ہے۔ حامدی صاحب بتلائیں کہ کیا ان کے مرکز کی طرف سے کوئی چھوٹا سا بھی کتابچہ ابن عبدالوہابؒ یا ان کی دعوت کے متعلق شائع ہوا ہے؟ یہ جماعت تو پاکستان میں توحید و سنت کی طرف دعوت دینے کو "فرقہ واریت" سے تعبیر کرتی ہے۔ انہیں دعویٰ کس طرح زیب دیتا ہے؟ ابن عبدالوہابؒ کی دعوت کی نشر و اشاعت کا بیڑہ ان لوگوں نے اٹھار کھا ہے جنہیں پاکستان میں "وہابی" کہا جاتا ہے اور وہ اہل حدیث ہیں۔ ابن عبدالوہاب اور توحید باری تعالیٰ پر جتنا لٹریچر بھی پاکستان میں دستیاب ہے وہ اہل حدیث حضرات ہی کی کوشش و کاوش کا مرہون منت ہے۔

اتنا سننا تھا کہ حامدی صاحب کھسیانے ہو گئے اور ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

علامہ صاحب! تسیں سچ کہندے او

قائد مرحوم فرصت کے اوقات میں جناب نواب زادہ نصر اللہ خاں صاحب کی "محفل سیاست" کو رونق بخشنے کے لئے اکثر اوقات تشریف لے جاتے تھے۔ آپ اس خالص سیاسی ماحول میں بھی مسلک اہل حدیث کی حقانیت و صداقت اور تاریخ وہابیت کے کارہائے

نمایاں بیان کرنے کے لئے موقعہ کی تلاش میں رہتے تھے۔ ایسی ہی ایک مجلس میں دوسرے بہت سے سیاسی زعماء کے علاوہ مشہور سیاسی راہنما ملک معراج خالد بھی موجود تھے۔ قائد مرحوم نے سلسلۂ گفتگو وہابی تاریخ کی طرف موڑتے ہوئے چند تاریخی واقعات کا ذکر کیا تو ملک معراج خالد صاحب متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ انہوں نے کن الفاظ میں آپ کی تائید کی۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ملک صاحب کہنے لگے۔

"علامہ صاحب! تسیں بالکل سچ کہندے او، جے برصغیر دی تاریخ چوں وہابیت نوں کڈھ دتا جائے۔ تے سوائے بت پرستی دے ساڈے کول ہور کجھ نئیں رہ جاندا۔"

آپ بالکل سچ کہتے ہیں۔ اگر برصغیر کی تاریخ میں سے وہابیت کو خارج کر دیا جائے تو سوائے بت پرستی کے ہمارے پاس کچھ باقی نہیں رہتا۔

پھر تو میں بھی اہل حدیث ہوں

قائد مرحوم کا حلقۂ احباب نہایت وسیع تھا۔ یہی وجہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد آپ کے معتقدین اور مداحین کی صف میں شامل ہیں۔ آپ موقعہ بموقعہ اپنے احباب کو مختلف تقاریب کا اہتمام کر کے دعوت پر بلاتے رہتے تھے۔ ایسی ہی کسی دعوت میں چوہدری اعتزاز احسن صاحب نے آپ سے اہلِ حدیث اور ان کے عقائد وافکار کے متعلق سوال کیا اور جواب سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھ گئے۔ آپ نے تقریباً پون گھنٹہ اس موضوع پر گفتگو فرمائی۔ گفتگو سادہ و دلنشیں تھی۔ فوراً دل میں اتر گئی چوہدری صاحب کہنے لگے۔ علامہ صاحب! اگر مسلک اہل حدیث اسی کا نام ہے تو پھر میں بھی اہلِ حدیث ہوں۔

بعض ناعاقبت اندیش علمائے سوء نے اسلامی تعلیمات کو اس قدر مسخ کر دیا ہے کہ نوجوان اور دنیوی علوم یافتہ طبقے کے اذہان میں اسلام کی تصویر مجموعہ خرافات وترہات کی شکل بن کر ابھرتی ہے ہمارے علمائے کرام کا چونکہ اس طبقے سے رابطہ تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے اسلئے وہ حقیقی اسلام سے ناآشنا ہی رہتے ہیں ان کے نزدیک نت نئی بدعات ڈھول کی تھاپ پر رقص و استہزاء، قوالی کی محفلیں، جمعرات کے روز "ملاؤں" کی تواضع، مرنے کے بعد چنوں اور کھجوروں کی گٹھلیوں کی گنتی، اللہ ہو، کی صدا پر سر کے جھٹکے، پیری مریدی کے نام پہ سادہ لوح افراد کے ایمان اور عزت وآبرو پہ ڈاکے، کرامات کے نام پہ عقل دشمن حکایات اور الف لیلوی افسانے، مرنے کے بعد پیٹ پوجا کے بہانے اور غلاظت ونجاست بھرے مجذوبوں کی تقدیس و

توفیر کا نام ہی معاذ اللہ اسلام ہے۔ وہ اسلام کے حقیقی تصور سے بے خبر رہتے ہیں مگر قائد مرحوم کا اسی طبقے کے افراد سے گہرا ربطہ تھا اور پھر وہ بعض مولویوں کی طرح احساس کمتری کا شکار نہ تھے خود اعتمادی اور احساس خودداری نے انہیں نہایت پُراثر زبان بخش دی تھی۔ آپؒ جب گفتگو کا آغاز فرماتے تو بڑے بڑے سکالر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے۔ آپ علم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر رکھتے جس کی طوفانی لہریں شرک و بدعت کے بجاریوں کے خس و خاشاک کو بہالے جاتی تھیں۔

چنانچہ آپ نے اسی طبقے کے درمیان مسلک اہل حدیث کی صداقت کا علم بلند کیا اور توحید و رسالت کے صحیح تصور سے انہیں آشنا کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

اور ہم فاتح کی حیثیت سے نکلے

ایک دفعہ مجھے اپنے استاذ و مربی قائد مرحوم کے ہمراہ ریاض میں ندوۃ الشباب کی کسی میٹنگ میں جانے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کے برادر اصغر ڈاکٹر فضل الٰہی جو ریاض یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں بھی ساتھ تھے۔ مذکورہ ادارے کے سربراہ سے پہلی دفعہ ملاقات ہوئی۔ حال احوال دریافت کرنے کے بعد سلسلہ کلام کا آغاز ہوا۔ بات سے بات نکلی۔ ادارے کے رئیس نے آپؒ کے اسلوب تحریر پر کوئی اعتراض کر دیا آپؒ جلال میں آگئے۔ تقریباً آدھ گھنٹہ فصیح عربی میں علوم و معارف کے موتی بکھیرتے رہے۔ میزبان کی یہ کیفیت تھی کہ ہاتھ کا سہارا لیکر سر کو ایک طرف جھکائے قائدؒ کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا اور "نعم، طیب" جیسے کلمات سے اپنی غلطی کا اعتراف اور آپ کے مؤقف کی تائید کرتا رہا میزبان نے اور بھی کئی مواقف میں آپ سے اختلاف کیا مگر گفتگو کے اختتام پر وہ قائد عالم اسلام کی عظمت کا معترف اور اپنی "اخوانی" سوچ سے تائب ہو چکا تھا۔ اور جب ہم اس دکتور کے کمرے سے باہر نکلے تو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ہم ایک عظیم فاتح کی سربراہی میں کسی دوسرے علمی و نظریاتی محاذ پر کسی اور مخالف کو فکری شکست دینے جا رہے ہیں۔

میری تمام پریشانیاں دُور ہوگئیں

قائد مرحوم کے اساتذہ "فرق" کے موضوع پر اپنے اس ہونہار تلمیذ کو اپنا استاد مانتے تھے چنانچہ ایک دفعہ مدینہ یونیورسٹی میں آپ کی معیت میں آپ کے اساتذہ کرام سے ملاقات کا اتفاق ہوا گفتگو شروع ہوئی۔ آپ کے ایک استاد نے آپ کی آخری تصنیف کے بارہ میں دریافت کیا۔ قائد نے مجھے اشارہ کیا میں نے "التصوف" کے چاروں نسخے جو میرے پاس تھے ان کو ایک ایک کر کے دیئے۔ ان میں سے ایک نے ۔ مجھے ان کا نام یاد نہیں رہا۔ کتاب کا ٹائٹل دیکھتے ہی اللہ اکبر کا

نعرہ لگایا۔ خوشی سے ان کا چہرہ تمتما اٹھا مسکراہٹ ان کے لبوں پر پھیل گئی اور کہنے لگے واللہ مجھے اس موضوع پر کسی مستند کتاب کی تلاش تھی۔ اللہ کا شکر ہے آپ کی اس تصنیف کو دیکھ کر میری تمام پریشانیاں دور ہو گئی ہیں اس کتاب کے بعد مجھے اس موضوع میں کسی دوسری کتاب کی ضرورت باقی نہیں ضرور باقی تصانیف کی طرح یہ بھی ہر پہلو پر محیط ہوگی۔ اب میں کوئی تشنگی محسوس نہیں کروں گا۔ یہ کہا اور کتاب کی ورق گردانی میں مصروف ہو گئے۔

واللہ انک لمجاھد الاسلام

مدینہ یونیورسٹی میں جب بھی آپ تشریف لے جاتے عرب وغیر عرب تمام طلبہ اپنے قائد کی زیارت اور ملاقات کو اپنی تمام مصروفیات پر ترجیح دیتے اور آپ کے گرد ہمہ وقت پوری دنیا کی نمائندگی کرنے والے ہونہار طلبا کا تانتا لگا رہتا۔ یہ منظر ہر اہل حدیث کے لئے بے حد خوشی کا باعث ہوتا۔ عرب طلبہ ایک عجمی کے سامنے بیٹھے ہوئے علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔ کوئی تشیع کے متعلق آپ سے سوال کر رہا ہے اور کوئی بابیت و بہائیت کے متعلق آپ سے پوچھ رہا ہے۔ کوئی تصوف کی گمراہیوں سے آگاہی حاصل کر رہا ہے اور کوئی بریلویت کی خرافات سن سن کر لاحول پڑھ رہا ہے۔ کوئی قادیانیت کی سازشوں سے نقاب اٹھتے ہوئے دیکھ رہا ہے اور کوئی اسماعیلیوں کے مکروہ عزائم سے مطلع ہو رہا ہے غرضیکہ ایک شمع روشن ہے اور ہر ایک اپنی بساط و استعداد کے مطابق روشنی حاصل کئے جا رہا ہے۔

ایک دفعہ آپ کسی بازار سے گزر رہے تھے۔ ایک شخص (جنہوں نے بعد میں بتایا کہ وہ کسی یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں) نے آپ کو روک لیا اور پوچھا: لعلك احسان الٰھی ظھیر؟ شاید آپ ہی کا نام احسان الٰہی ظہیر ہے؟ تصدیق ہو جانے پر بڑی عزت و احترام سے آپ کا ہاتھ دبایا اور کہنے لگے واللہ! انك لمجاھد الاسلام تجاھد شر اعداء اللہ فی الارض، واللہ! آپ مجاہد اسلام ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے بدترین دشمنوں سے جہاد کر رہے ہیں اور پھر ڈھیر ساری دعائیں دیں۔ اور رخصت ہو گیا۔ اس کے چہرے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ قائد سے مل کر گویا اس کی زندگی کی بہت بڑی آرزو پوری ہو گئی ہو۔ اور اپنے آپ کو خوش نصیب محسوس کر رہا ہو۔

ماشاء اللہ! شاب

قائد مرحوم غیر ممالک میں بڑے علمی و تحقیقی سکالر کی حیثیت سے معروف تھے۔ آپ کے اسلوب تحریر کی پختگی اور کثرت تصانیف کی بنا پر اکثر معتقدین یہ تصور کرتے تھے کہ استاذ احسان الٰہی ظہیر کوئی معمر شخصیت ہیں۔ کسی کے تصور میں بھی نہ ہوتا کہ یہ علمی و فکری ورثہ کسی جوان سال شخص کی محنت و کاوش کا ثمرہ ہے۔

ایک دفعہ آپ ریاض کے ایک ہوٹل فندق قصر الریاض میں ٹھہرے ہوئے تھے چند کویتی طلبہ نے آپ سے ٹیلی فون پر رابطہ کیا اور ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ قائد مرحوم نے فرمایا کہ ۵ بجے شام ہوٹل کی لابی ہال میں آجائیں۔ میں بھی وہاں ہوں گا۔ ملاقات ہو جائے گی۔ چنانچہ مقررہ وقت پر چند کویتی اور امریکی طلبہ ہوٹل پہنچ گئے۔ انہوں نے آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ قائد مرحوم اپنے کمرے سے نیچے اترے۔ لابی میں پہنچے۔ اور ان طلبہ کے سامنے سے گذر گئے۔ قائد مرحوم کو شک گذرا کہ یہی وہ طلبہ ہیں جن سے فون پر بات ہوئی تھی۔ مگر خود انہیں مخاطب کرنا مناسب نہ سمجھا۔ ادھر کیفیت یہ تھی کہ وہ کسی سفید ریش معمر شخصیت کا خاکہ ذہن میں تصور کئے اپنے آئیڈیل کی انتظار میں تھے۔ اسی تردد میں کچھ وقت گزر گیا۔ قائد مرحوم دو تین بار ان کے سامنے سے گزرے۔ بالآخر ان میں سے ایک نے ہمت کی اور آپ سے پوچھا۔ تعرف الشیخ احسان الٰہی ظہیر هو ایضا باکستانی، مقیم فی هذا الفندق۔ کیا آپ شیخ احسان الٰہی ظہیر کو جانتے ہیں وہ بھی (آپ کی طرح) پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں اور اسی ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔؟ یہ سن کر آپ مسکرائے اور فرمانے لگے: "انا هو" میرا نام ہی احسان الٰہی ظہیر ہے۔ یہ سننا ہی تھا کہ کورس کی شکل میں فضا ماشاء اللہ کی آواز سے گونج اٹھی پھر عالم یہ تھا کہ وہ طلبہ آپ سے مصافحہ کرتے جاتے اور ماشاء اللہ شاب کہہ کر حیرت واستعجاب کا اظہار کئے جاتے۔

قاہرہ میں انصار السنہ کی دعوت پر

مصر کی اہل حدیث تنظیم "انصار السنۃ المحمدیۃ" کی طرف سے آپ کو تشیع اور بہائیت کے خلاف لیکچرز دینے کی دعوت دی گئی۔ مصر میں پہلی دفعہ آپ نے کسی عوامی اجتماع کو خطاب کرنا تھا۔ مصر کے لوگ اگرچہ آپ کی تصانیف کے حوالے سے تو آپ کی عظمت کے معترف تھے مگر یہ نہ جانتے تھے کہ آپ بہت بے باک اور فصیح وبلیغ خطیب بھی ہیں۔ چنانچہ حاضرین کی تعداد کم رہی۔ آپ نے خطاب کیا۔ سامعین حیرت زدہ رہ گئے۔ سوالات کا دور چلا اور دو گھنٹے بعد یہ اجتماع ختم ہو گیا۔ اگلے دن آپ کی شہرت پورے قاہرہ میں پھیل چکی تھی۔ دو دن بعد پھر آپ کے لیکچر کا اہتمام کیا گیا۔ اور اس دن عالم یہ تھا کہ پورا ہال سامعین سے بھرا ہوا تھا۔ بہت سے افراد کو جگہ نہ مل سکی۔ فوری طور پر ہال سے باہر آواز پہنچانے کے لئے سپیکرز کا بندوبست کیا گیا اور ایک بڑی تعداد نے آپکا خطاب ہال سے باہر کھڑے ہو کر سنا۔ اشتیاق کی کیفیت تھی کہ پروگرام عصر کے بعد شروع ہوا اور رات گیارہ بجے تک جاری رہا اور پھر تشنگی کے عالم میں ہی حاضرین اپنے دلوں میں مزید سننے کی حسرت لئے واپس چلے گئے۔ ●